اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہیز کی شرعی حیثیت، معاشرتی مسائل اور ان کا حل: ایک تحقیقی مطالعہ

The Islamic Legal Status of Dowry, Its Socio-Cultural Implications, and Remedial Measures: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

Dr Syeda Zahra Batool Rizvi
PhD In Islamic Studies
Visiting Faculty, University of The Narowal
Email: dr.zahrarizvi@gmail.com

Abstract
This study examines the Islamic legal status of dowry, its prevailing social practices, and the problems associated with dowry demands in the light of Islamic teachings. In South Asia, the practice of providing a bride with household goods, clothing, jewellery, and other gifts varies according to cultural traditions and family circumstances. While voluntary gifts given by parents within their financial means may be distinguished from compulsory demands, the insistence on dowry can place considerable financial, psychological, and social pressure on the bride and her family. The study adopts a descriptive and analytical approach to examine relevant Islamic teachings, reported traditions, and juristic discussions concerning dowry, mahr (dower), marriage, and the rights of women. It also explores the social consequences of excessive or coercive dowry demands, including indebtedness, family disputes, economic hardship, and the unequal treatment of women.The discussion highlights the importance of distinguishing voluntary gifts from demands imposed as a condition of marriage. It further emphasises that dowry should not be treated as an obligatory requirement for the validity or acceptance of a marriage. The study argues that marriage should be based on mutual consent, responsibility, respect, and simplicity rather than material expectations or social display. It recommends raising public awareness, discouraging excessive wedding expenditure, rejecting coercive financial demands, and strengthening appropriate social and legal measures against dowry-related abuse. The study concludes that reducing the social pressure associated with dowry may help alleviate the financial burden on families and promote a more equitable and dignified approach to marriage.

Keywords: Dowry, Islamic Jurisprudence, Islamic Teachings, Social Problems, Marriage, Women's Rights, Mahr

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی، خاندانی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا ایک نمایاں مقصد ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جس میں عدل، مساوات، احترامِ انسانیت، باہمی تعاون اور حقوق و فرائض کا توازن قائم ہو۔ خاندانی نظام کو اسلامی معاشرت میں خصوصی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ ایک صالح خاندان ہی ایک مستحکم اور متوازن معاشرے کی بنیاد بنتا ہے۔

نکاح انسانی زندگی کا ایک اہم اور مقدس معاہدہ ہے۔ اسلام نے اسے محض دو افراد کے باہمی تعلق تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے سکونِ قلب، محبت، رحمت، عفت اور نسلِ انسانی کے تحفظ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

ترجمہ: ”اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا فرمادی۔“

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی کی اصل بنیاد سکون، محبت اور رحمت ہے، نہ کہ دولت، مادی وسائل یا معاشرتی برتری کا اظہار۔ لیکن عصرِ حاضر میں مسلم معاشروں، بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں، شادی بیاہ کی بعض معاشرتی رسوم نے نکاح کے اصل اسلامی تصور کو متاثر کیا ہے۔ ان رسوم میں جہیز کا مسئلہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ایسی روایت جو بعض معاشروں میں والدین کی جانب سے بیٹی کو رضاکارانہ تحائف دینے تک محدود تھی، وقت گزرنے کے ساتھ مالی مطالبات، معاشرتی مقابلے اور خاندانی وقار کے اظہار کا ذریعہ بن گئی۔ اب بعض خاندانوں میں لڑکی کے رشتے کا معیار اس کی تعلیم، کردار، اخلاق اور خاندانی تربیت کے بجائے اس کے ساتھ ملنے والے سامان اور مالی وسائل کو بنالیا گیا ہے۔ نتیجتاً نکاح جیسے آسان عمل کو ایک مہنگی معاشرتی تقریب میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

یہ صورتِ حال کئی بنیادی سوالات کو جنم دیتی ہے: کیا جہیز اسلامی شریعت میں نکاح کی لازمی شرط ہے؟ کیا والدین اپنی بیٹی کو تحائف دے سکتے ہیں؟ کیا لڑکے کے خاندان کو جہیز کا مطالبہ کرنے کا کوئی شرعی حق حاصل ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں فراہم کیے گئے گھریلو سامان کی حقیقت کیا ہے؟ اور موجودہ معاشرتی حالات میں اس رسم کی اصلاح کس طرح ممکن ہے؟ زیرِ نظر تحقیق انہی سوالات کا علمی اور تجزیاتی جواب فراہم کرنے کی کوشش ہے۔

برصغیر کے مسلم معاشرے میں جہیز ایک ایسا معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے جس نے نکاح کے فطری اور شرعی تقاضوں کو متاثر کیا ہے۔ بہت سے والدین اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے برسوں مالی وسائل جمع کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں قرض لینا پڑتا ہے، اپنی جائیداد فروخت کرنا پڑتی ہے یا اپنی بنیادی ضروریات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ دوسری جانب بعض خاندان جہیز کی مقدار اور معیار کو اپنی معاشرتی حیثیت کا پیمانہ بنا لیتے ہیں۔ اس رویے کے باعث عورت کی عزت اور ازدواجی مقام کو بھی مادی اشیا سے وابستہ کر دیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عورت کو جو مالی و قانونی حقوق عطا کیے گئے ہیں، معاشرتی جہیز کی رسم بعض حالات میں انہی حقوق کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ بالخصوص بیٹی کو وراثت سے محروم رکھ کر شادی کے وقت چند اشیا فراہم کر دینا اس کے مستقل اور قانونی حقِ ملکیت کا متبادل نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس مسئلے کا مطالعہ صرف مذہبی یا معاشرتی رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک وسیع فقہی، قانونی، معاشی اور انسانی مسئلے کے طور پر کرنا ضروری ہے۔

اس تحقیق کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں: جہیز کے لغوی، اصطلاحی اور معاشرتی مفہوم کی وضاحت کرنا۔ جہیز کے تاریخی پس منظر اور برصغیر میں اس کے ارتقا کا جائزہ لینا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جہیز کی شرعی حیثیت متعین کرنا۔ مہر، نفقہ اور جہیز کے مابین بنیادی فرق واضح کرنا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے فقہاء کی آرا کا مطالعہ کرنا۔ جہیز سے پیدا ہونے والے معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل کی نشان دہی کرنا۔ خواتین کے حقِ وراثت اور حقِ ملکیت کے تحفظ کی اہمیت واضح کرنا۔ پاکستان کے قانونی تناظر میں جہیز کے مسئلے کا مطالعہ کرنا۔ جہیز کی غیر ضروری پابندیوں کے خاتمے کے لیے قابلِ عمل تجاویز پیش کرنا وغیرہ۔

زیرِ بحث تحقیق میں درج ذیل بنیادی سوالات کو مدنظر رکھا گیا ہے: اسلام میں جہیز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ رضاکارانہ تحائف اور جبری جہیز میں کیا فرق ہے؟ مہر اور جہیز کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے متعلق روایات کی علمی حیثیت کیا ہے؟ جہیز کی موجودہ معاشرتی صورت اسلامی اصولوں سے کس حد تک مطابقت رکھتی ہے؟ جہیز عورت کے معاشی اور ازدواجی حقوق کو کس طرح متاثر کرتا ہے؟ پاکستان میں جہیز سے متعلق قانونی تحفظات کیا ہیں؟ اس رسم کی اصلاح کے لیے دینی، تعلیمی، معاشرتی اور قانونی سطح پر کیا اقدامات ضروری ہیں؟

اس تحقیق میں بنیادی طور پر توصیفی، تجزیاتی اور تقابلی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ، تفاسیر، کتبِ حدیث، فقہی مصادر اور تاریخی روایات سے بنیادی مواد حاصل کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ جدید سماجی تحقیقات، خواتین کے حقوق سے متعلق مطالعات اور پاکستان کے متعلقہ قانونی مواد کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ فقہی آرا

کے مطالعے میں مختلف مکاتبِ فکر کے موقف کو الگ الگ شناخت کے ساتھ پیش کرنا ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ کسی ایک مذہب کی رائے کو تمام اسلامی فقہی مکاتب کا مشترکہ موقف قرار نہ دیا جائے۔ مزید برآں، تاریخی واقعات اور روایات کو شرعی حکم کی بنیاد بنانے سے پہلے ان کی سند، متن اور علمی حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

جہیز کا مفہوم، تاریخی پس منظر اور اسلامی معاشرت: عربی زبان میں جہیز سے مراد جھاز لیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے ضروری سامان۔ جو مختلف صورتوں میں میت کے کفن و دفن کا سامان، دلہن کی ضروریات کا سامان، سفر کے لیے ضروری سامان اور اسی طرح جنگی لشکر کو آراستہ کرنے والا سامان وغیرہ۔ اصطلاحی طور پر جہیز سے ضروریاتِ زندگی کی وہ اشیاء مراد لی جاتی ہیں جو میاں بیوی کی مالی حیثیت کے مطابق بیوی کو اس کے والدین، شوہر اور عزیز و اقارب کی طرف سے ہدیہ کے طور پر دی جاتی ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں یوں لکھا ہے:

الجَهَازُ مَا يُعَدُّ مِنْ مَتَاعٍ وَغَيْرِهِ

ترجمہ: جہاز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو کسی ضرورت کے لیے تیار کیا جائے۔

گویا لفظ جہیز عربی زبان کے لفظ "جَہاز" سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی سامان، اسباب اور ضروریاتِ زندگی کی تیاری کے ہیں۔ عربی زبان میں اس لفظ کا استعمال سفر کے سامان، کسی شخص کی ضروریات اور دلہن کو فراہم کیے جانے والے گھریلو ساز و سامان کے لیے بھی ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کے ضمن میں لفظِ جہاز استعمال ہوا ہے:

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ

ترجمہ: "اور جب یوسف نے ان کا سامان ان کے لیے تیار کر دیا۔"

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ جہاز سامان اور ضروریات کی تیاری کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ تاہم اس سے موجودہ معاشرتی رسمِ جہیز کے شرعی وجوب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اصطلاحی طور پر جہیز سے مراد وہ مال، گھریلو سامان، لباس، زیورات اور دیگر اشیا ہیں جو والدین یا اہلِ خانہ اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر دیتے ہیں تاکہ وہ نئی ازدواجی زندگی میں انہیں استعمال کر سکے۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی روشنی میں اگر دیکھیں تو جہیز وہ ساز و سامان ہے جو لڑکی کو نکاح کے بعد اس کے ماں باپ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ جہیز کی قانونی طور پر کوئی خاص تعریف نہیں کی گئی مگر اس سے مراد گھر کا ساز و سامان اور ملبوسات وغیرہ ہیں جو شادی کے وقت دلہن اپنے ساتھ شوہر کے گھر لے کر جاتی ہے۔

گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ جہیز کی رسم قدیم زمانے سے ہے اور یہ تقریباً ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہی ہے لیکن اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، یہ عام طور پر گھر کی روزمرہ کی اشیاء اور زیورات اور ملبوسات وغیرہ پر مبنی ہوتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں جہیز کی بہتات اور زیادتی کی رسم ہندوانہ رسوم کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ ہندو لڑکیوں کو

زیادہ جہیز دیتے ہیں کیونکہ وہ وراثت میں لڑکی کا حق نہیں رکھتے اس لیے وہ اپنی طرف سے بیٹی کو ہر آسائش دینا چاہتے ہیں ان کے عقیدے کے مطابق بیٹی ہمیشہ کے لیے گھر سے رخصت ہو جاتی ہے اور باقی گھر یا جائیداد میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مگر اس کے برعکس اسلام نے بیٹے اور بیٹی دونوں کو حقیقی وارث قرار دیا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے فقہی مکاتب کے تفصیلی احکام اور برصغیر کی معاشرتی روایت میں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مہر شوہر کی طرف سے بیوی کا حق ہے، جبکہ والدین کی جانب سے دیا جانے والا سامان اصولاً تحفہ یا ہبہ کے باب سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اس تحفے کو لازمی ذمہ داری یا نکاح کی شرط قرار دینے کے لیے مستقل شرعی دلیل درکار ہے۔ اس موضوع میں مختلف فقہی آرا اور مقامی عرف کی تفصیلات کو اصل مصادر سے الگ الگ جانچنا چاہیے۔

وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي ﷺ: «إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً». رُوي هذا الحديث في عدد من كتب السنة، ومنها شعب الإيمان للبيهقي؛ وقد تكلّم المحدّثون في إسناده، وضعّفه عدد منهم، فلا يُذكر بصيغة الجزم بصحته.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات اور تکلّفات کم ہوں۔''

تاہم جہیز کی رسم زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے مگر اسلام میں بھی یہ رسم دیگر رسوم کی طرح جائز اور مباح ہے۔ البتہ شریعت میں کہیں بھی اس کی حمایت یا ترغیب کے حوالے سے کوئی روایت نہیں ملتی۔ اگر نبی اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اہل سنت کی مستند روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے نبی اکرمؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو جہیز کے طور پر جو چیزیں دیں: جن میں ایک عدد پلو دار چادر، ایک مشکیزہ، ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

عن علي، رضي الله عنه قال: «جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها

اس روایت کی تشریح مولانا منظور نعمانی صاحب نے اپنی کتاب میں کچھ یوں فرمائی:

"اکثر اہلِ علم اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چیزیں اپنی صاحب زادی کے نکاح کے موقع پر جہیز کے طور پر دی تھیں، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز کے طور پر کچھ سامان دینے کا رواج، بلکہ تصور بھی نہیں تھا۔ اور جہیز کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ دوسری صاحب زادیوں کے نکاح کے سلسلہ میں کہیں کسی قسم کے جہیز کا ذکر نہیں آیا۔ رہی بات

حدیث کے لفظ "جھّز" کا مطلب، تو اس کے معنی اصطلاحی جہیز دینے کے نہیں، بلکہ ضرورت کا انتظام اور بندوبست کرنے کے ہیں، حضرت فاطمہؓ کے لیے حضور ﷺ نے ان چیزوں کا انتظام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے ان ہی کی طرف سے اور ان ہی کے پیسوں سے کیا تھا؛ کیوں کہ یہ ضروری چیزیں ان کے گھر میں نہیں تھیں، روایات سے اس کی پوری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے، بہر حال یہ اصطلاحی جہیز نہیں تھا"۔

اسلام نے نکاح کو ایک مقدس اور ذمہ دارانہ معاہدہ قرار دیا ہے۔ اس معاہدے میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق اور فرائض متعین کیے گئے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشاد خداوندِ متعال ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

ترجمہ: "اور تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح ہوں ان کے نکاح کر دو، اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کے بھی۔ اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔"

اس آیتِ مبارکہ میں نکاح کی ترغیب دینے کے ساتھ یہ بھی باور کروایا گیا کہ مالی تنگی کو نکاح کی راہ میں مستقل رکاوٹ نہیں بنایا گیا۔ گویا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ افرادِ معاشرہ کو نکاح کے معاملات میں غیر ضروری مشکلات پیدا کرنے کے بجائے آسانی اور تعاون کا ماحول پیدا کرنا چاہیے۔ جہیز کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے مہر کی شرعی حیثیت واضح کرنا ضروری ہے۔ اسلام نے نکاح کے وقت مہر کو عورت کا حق قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

ترجمہ: "اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔"

اس آیت میں مہر کی ادائیگی کو مرد کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ مہر عورت کی ذاتی ملکیت ہے، جس پر اسے مکمل اختیار حاصل ہے۔ دراصل افرادِ معاشرہ جہاں پر غلطی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مہر اور جہیز کو ایک ہی ترازو میں رکھ لیتے ہیں اور مہر اور جہیز کے مابین بنیادی فرق کو نہیں سمجھ پاتے۔ مہر اور جہیز کے درمیان بہت اہم بنیادی فرق ہے: جہیز لازمی اور شرعی حق یا فریضہ نہیں جبکہ مہر عورت کا شرعی حق ہے۔ جہیز کی ادائیگی عورت کے والدین پر واجب نہیں جبکہ مہر کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔ جہیز درحقیقت ایک معاشرتی تحفہ یا رسم کی شکل ہے۔ جبکہ مہر نکاح کے شرعی احکام کا حصہ ہے۔ جہیز کا مطالبہ شرعی اور اخلاقی طور پر درست نہیں۔ جبکہ دوسری طرف مہر عورت کا شرعی حق ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے عورت کو نکاح کے نتیجے میں مالی فائدہ پہنچانے کا نظام قائم کیا ہے، نہ کہ اس کے والدین پر لازمی مالی بوجھ عائد کیا ہے۔ اسلام نے لڑکی یا اس گھر والوں پر جہیز کی بجائے مرد پر نان ونفقہ کی صورت میں مالی ذمہ داری عائد کی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ

ترجمہ: ''مرد عورتوں کے نگہبان اور ذمہ دار ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت میں مرد کی قوامیت کے ساتھ اس کی مالی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس انفاق میں مہر اور نفقے کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت مرد کی ذمہ داریوں اور عورت کے مالی حقوق کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی کے مالی معاملات میں شوہر کی ذمہ داری بنیادی ہے۔ البتہ اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ گھر کے ہر استعمال ہونے والے سامان کی خریداری ہر صورت میں صرف شوہر ہی پر واجب ہے۔ اس کی تفصیل فقہی مذاہب میں رہائش، نفقہ، عرف اور ازدواجی حالات کے مطابق زیرِ بحث آتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر دیکھا جائے تو اسلام نے عورت کو وراثت میں مستقل حصہ عطا کیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

ترجمہ: ''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے اسلام نے عورت کے مالی وجود اور قانونی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ عورت کو وراثت سے محروم کرنا شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں یہ رواج زور پکڑ چکا ہے کہ اکثر خاندان بیٹی کو وراثت میں حصہ دینے کے بجائے شادی کے وقت جہیز دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ یہ تصور درست نہیں، کیونکہ جہیز کا تحفہ اور وراثت کا مقررہ حق دو الگ قانونی و شرعی معاملات ہیں۔ والدین کا دیا ہوا تحفہ بیٹی کے وراثتی حق کا خود کار متبادل نہیں بن سکتا۔

والد اگر اپنی حیثیت کے مطابق ریاکاری یا دکھاوا نہ کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو گھر سے رخصت کرتے وقت تحفۃً ساز و سامان زیورات، لباس یا نقدی دیتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ یہ اس کی طرف سے بلا جبر و اکراہ بیٹی سے صلہ رحمی کا اظہار ہے، جو کہ ایک اچھا عمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو انتہائی سادگی کے ساتھ کچھ جہیز عطا فرمایا ہے۔ شریعت میں اس طرح کے جہیز کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ اگر اور کسی طرح کے فسادات کا خدشہ نہ ہو تو باپ اپنی خواہش کے مطابق بغیر معاشرتی دباؤ

کے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے بنانے والے داماد کو کچھ اشیا تحائف کی صورت میں دے سکتا ہے اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ لڑکے کے والد کے لیے سامان جہیز دینا لازم نہیں اسی طرح لڑکے کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ لڑکی کی ضروریات کی اشیا کا انتظام کریں۔ گویا جہیز نکاح کے لیے کوئی لازماً شرط نہیں۔ لڑکا اور اس کے والدین اس بات کے مجاز نہیں کہ وہ لڑکی یا اس کے گھر والوں سے جہیز کا مطالبہ کریں کیونکہ ایسا کرنا اخلاقی اور شرعی طور پر قطعاً جائز نہیں۔ اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ وضاحت کرتی ہے:

ومن تزوج لمالها لم يزده الله إلا فقرًا

جو شخص محض مال کے لیے کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید تنگدست بنادے گا۔

مختصراً یہ کہ معاشرتی رسم و رواج کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر بیٹی کو جہیز دینا درحقیقت ان افراد کے عملِ قبیح کا ساتھ دینے کے مترادف ہے جو نکاح جیسے مقدس فریضے کو لالچ کی بنیاد پر انجام دیتے ہیں اور معاشرتی و انسانی اقدار کو پاؤں تلے روندتے ہیں۔ دوسری طرف اگر شیعہ مصادر سے شیعہ روایات کا جائزہ لیا جائے تو خود حضرت علی سے ایک روایت سامنے آتی ہے:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے عقد کے موقع پر حضرت رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اٹھو اور اس زرہ کو فروخت کرو، پس میں اٹھا اور زرہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دی (یعنی ان کے دامن میں رکھ دی)۔ نہ تو نبی اکرمؐ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کتنے درہم ہیں اور نہ ہی میں نے انہیں خبر دی، پھر نبی اکرمؐ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور کچھ درہم ان کو دے کر فرمایا: اس سے فاطمہؓ کے لیے عطر خرید کر لاؤ، پھر نبی اکرمؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بھر کر درہم اٹھائے اور حضرت ابو بکرؓ کو دے کر فرمایا: اس سے حضرت فاطمہؓ کے لیے کپڑے اور ضروری سامان خرید لاؤ اور حضرت عمار یاسرؓ اور بعض دوسرے اصحاب کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا، وہ سب لوگ بازار گئے اور ضروری سامان خریدا۔

پس جو چیزیں انہوں نے خریدیں، ان میں سات درہم کی ایک قمیض، چار درہم کا مقنعہ، ایک سیاہ خیبری چادر، ایک کھجور کے پتوں سے بُنی ہوئی چارپائی، دو عدد گدے، جن میں سے ایک کھجور کے پتوں اور دوسرا بھیڑ کے بالوں سے بھرا ہوا تھا، چار عدد تکیے، جو گوسفند کے چمڑے سے بنے اور اذخر نامی خوشبودار گھاس سے بھرے ہوئے تھے، ایک عدد چٹائی، ایک عدد ہاتھ کی چکی، ایک عدد تانبے کا پیالہ، چمڑے سے بنی پانی کی ایک مشک، کپڑے دھونے کی ایک برتن، دودھ پینے کا ایک پیالہ، پانی پینے کا ایک برتن، ایک پشمی پردہ، ایک عدد لوٹا، ایک مٹی کی صراحی، بچھانے کے لیے ایک چمڑے کا ٹکڑا، دو عدد کوزے اور ایک عبا شامل تھی، جب وہ تمام چیزیں خرید

چکے تو بعض چیزوں کو حضرت ابو بکرؓ نے اور باقی چیزوں کو دوسرے اصحاب نے اٹھالیا اور جب انہوں نے یہ سامان نبی اکرمؐ کی خدمت پیش کیا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک میں اٹھا کر دیکھتے ہوئے فرمایا: اللہ اہل بیت کے لیے (ان سب چیزوں کو) مبارک قرار دے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے بی بی فاطمہ زہراؓ کو زندگی کی ضروریات کی تمام چیزیں جہیز میں دیں مگر اس کے ساتھ آپؐ نے انتہائی سادہ اشیاء کا انتخاب کیا اور خریداری کے لیے حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب اس لیے کیا کیونکہ وہ ان کو اشیاء خریدنے میں مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ یہ کہ آپ نے جہیز کے لیے جو طریقہ کار اپنایا وہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک نمونہ عمل ہے۔ آپ نے حضرت علیؓ سے ہی رقم لے کر جہیز کا تمام سامان مہیا کیا، آپ کا یہ عمل بلاشُبہ گزشتہ تمام امتوں اور تمام علاقوں کی رسمِ جہیز کے برعکس تھا۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؓ کی مالی حیثیت کے مطابق جہیز کی اشیاء خریدنے کا حکم دیا۔ بہر صورت اگر اس کو جہیز بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ وہی بنیادی ضرورت کی چیزیں جو ان کے گھر میں موجود نہیں تھیں، جن کی ان کو ضرورت تھی نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی کو ان کا انتظام کر کے دیا۔

تاہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر والدین اپنی مرضی سے اپنی بیٹی کی آسائش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی ضرورت کی اشیا بطور تحفہ عنایت کرتے ہیں تو اس میں شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں اور لڑکی مکمل طور پر ان اشیاء کی تنہا مالک قرار پائے گی۔ لیکن اگر جہیز کا مطالبہ لڑکے والوں کی طرف سے کیا گیا ہو خاندانی رسم و رواج کی پاسداری کرتے ہوئے یا معاشرتی دباؤ کے تحت لڑکی کے والدین کو جہیز دینا پڑے تو اس صورت میں جہیز لینا جائز نہیں۔ عورت کو جہیز کی خاطر جو سامان اس کے والدین کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ عورت کی ملکیت ہے اور شوہر سے علیحدگی پر قابل واپسی ہے۔

جہیز کے سلسلے میں امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے:

وروى عبدالرحمٰن بن الحجاج فى الصحيح عن الصادق انه قال المتاع الامرأة الا ان يقيم الرجل البينة قد علم من بين لابتيها يعنى بين جبلى منى ان الامرأةتزف الى بيت زوجها ولها الجهاز والمتاع

(عبد الرحمٰن بن حجاج ایک صحیح روایت میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں امام نے فرمایا: تمام (جہیز کا) سامان عورت کی ملکیت ہے، مگر یہ کہ مرد بینہ (دو عادل گواہ) پیش کرے (کہ یہ میرا سامان ہے) بہ تحقیق منیٰ کے دو پہاڑوں کے درمیان رہنے والے جانتے تھے کہ یقیناً عورت اپنے شوہر کے گھر جہیز لے کر جاتی ہے اور جہیز کا یہ سامان اسی کی ملکیت ہوتا ہے۔)

لڑکی کو جہیز دینے کا رسم و رواج ہر معاشرے میں پایا جاتا ہے مگر برصغیر پاک و ہند میں یہ رواج اس قدر زور پکڑ چکا ہے کہ جہیز کے بغیر غریب سے غریب والدین بھی اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جہیز کی تمام اشیاء کی ذمہ داری بھی والدین کے ذمہ ہوتی ہے۔ مگر ایران میں جہیز کے حوالے سے یہ رسم ہے کہ لڑکا اور اس کے خاندان والے جہیز کی کچھ اشیاء خریدتے ہیں تاکہ لڑکی کے والدین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ بہر حال ہر معاشرے میں لڑکی کو جہیز دینے کی رسم پائی جاتی ہے کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ اگر کوئی اس بات پر قادر نہ ہو کہ یک مشت اپنی بیٹی کو جہیز فراہم کر سکے یا اس علاقے کی یہ رسم ہو کہ بچی کا جہیز چند سالوں میں تیار ہو گا تو جطعنے سال فراہم کرنے میں لگ جائیں گے تب تک جہیز کے سامان پر خمس واجب نہیں ہو گا بلکہ اس عرصے میں خریدا گیا جہیز سال کے اخراجات میں شمار ہو گا۔ اگر کسی علاقے میں یہ رواج ہو کہ لڑکی کو جہیز نہ دینے پر بُرا بھلا سمجھا جائے اور اس میں سے نقص نکا لے جائیں تو اس صورت میں لڑکی کو جہیز دینا واجب ہو جائے گا۔

سامان جہیز چاہے شادی سے پہلے دیا جائے یا شادی کے وقت یا جس طرح سے بھی لڑکی کو دیا جائے عرفِ عام میں لڑکی کا ہی ہے اور اسی کی ملکیت ہے تاہم والدین اور دیگر عزیز جنہوں نے لڑکی کو سامان دیا تھا وہ بھی دوبارہ طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے مگر صرف اس صورت میں کہ اگر لڑکی اس پر راضی ہو یا رواج میں یہ شامل ہو۔ اگر باپ بیٹی یا شوہر اور بیوی میں جہیز سے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں ہی ملکیت کا دعویٰ کریں تو مدعی بینہ (شہادت پیش کرنا) قائم کرے ورنہ جو انکار کرے گا وہ قسم کھائے گا۔

یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان سامان جہیز پر اختلاف پیدا ہو جائے اور شوہر کہے کہ یہ میرے گھر کا سامان ہے اور میرے تصرف میں ہے۔ جبکہ بیوی کہے کہ میرا جہیز کا سامان ہے تو شوہر شہادت پیش کرے پھر اس کی بات تسلیم کی جائے گی ورنہ زوجہ قسم کھائے تو اس کی بات قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ تو شہادت پیش کر سکے اور نہ قسم کھائے تو جو سامان عورتوں سے متعلق ہو گا وہ عورت کو دیا جائے گا اور جو مردوں سے متعلق ہو وہ مرد کو دیا جائے گا اور مشترک سامان دونوں میں برابر تقسیم ہو گا۔ اگر اسی طرح باپ بیٹی کے درمیان جہیز کے بارے یا عاریہ ہونے کے بارے اختلاف پیدا ہو تو مدعی بینہ لائے گا اور منکر قسم کھائے گا۔

اس بارے میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

عن جعفر بن محمد انه قال: فی الر جل والامرأة یتدا عیان متاع البیت قال: ان کانت لواحد منهما بینة علیه فهوا حق به من الذی لس بینة له وان لم تکن بینهما بینة تحا لفا فایهما حلف ونکل صاحبه عن الیمین فهوا حق به فان حلفا جمیعا او نکلا کان للرجل ما للرجال مما یعرف بهم وللامرأة ماللنسا ء والوارث یقوم مقام المیت منهما فی ذلک

(امام جعفر صادق سے روایت ہے، آپ نے ایسے مرد اور عورت کے بارے میں جو دونوں گھر کے سامان (جہیز) کی ملکیت کے دعویدار تھے فرمایا: اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے مدعا پر بینہ (گواہان) لے آئے تو وہ اس شخص کی نسبت جس کے پاس بینہ نہیں، اس چیز کا حقدار ہے اور اگر دونوں کے پاس بینہ نہ ہوں تو وہ دونوں قسم کھائیں گے، پس ان میں سے جس کسی نے قسم کھائی اور دوسرے نے قسم کھانے سے انکار کیا، تو قسم کھانے والا دوسرے کی نسبت، اس چیز کا زیادہ حق دار ہے اور اگر دونوں نے قسم کھالی یا دونوں ہی نے قسم کھانے سے انکار کیا، تو جو چیز عرف کے نزدیک مردوں کے لیے مخصوص ہے وہ مرد کے لیے اور جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے وہ عورت کے لیے ہو گی اور دونوں کا وارث اس مسئلہ میں مرنے والے کا قائم مقام ہو گا۔)

جہیز کے بارے میں اگر باپ بیٹی کے درمیان یا شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو مدعی سے گواہ پیش کرنے کو کہا جائے گا، اگر وہ گواہ کے طور پر کوئی تحریر یا شخص پیش کر دے جو گواہی دے کہ یہ مال اس نے بیٹی کو عاریہ کے طور پر دیا تھا تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی بصورت دیگر بیٹی کی بات مانی جائے گی البتہ عرف کو بھی دیکھا جائے گا کہ جہیز کس نام سے دیا جاتا ہے۔ سامان جہیز کی نشوونما یا رونما ہونے والی تبدیلی دلہن کی ملکیت سمجھی جائے گی لہذا کسی دوسرے کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کا کوئی حق نہیں مگر یہ کہ دلہن اس بات کی اجازت دے یا عرف میں یہ چیز پائی جائے اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو تلف کرنے والا ضامن ہو گا۔

یعنی جو سامان دلہن کو جہیز کے طور پر دیا جاتا ہے اگر ان کی قیمت میں اضافہ واقع ہو جائے یا ان کی نشوونما اور افزائش ہو جائے جیسے بھیڑ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور یہ چیزیں جہیز کی صورت میں لڑکی کو دی گئی ہوں تو وہ صرف لڑکی کی ہی ملکیت ہوں گی اور اگر اس کی اجازت کے بغیر کوئی ان کو استعمال میں لائے اور استعمال کرنے والے سے تلف ہو جائیں تو وہی ضمن ہو گا اور اس کی قیمت لڑکی کو ادا کرے گا۔

دلہن کو جہیز کی صورت میں دیا جانے والا سامان صرف اسی کی ملکیت ہے اور کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ ایران کے رواج کے مطابق مرد کی طرف سے جو چیزیں عورت کے جہیز کے لیے ہدیہ کے طور پر دی جاتی ہیں طلاق ہونے یا عورت کی موت واقع ہونے پر مرد واپس لے سکتا ہے لیکن اگر ان کی ہیت تبدیل ہو چکی ہو تو مرد کو یہ اختیار نہیں کہ اس کو طلب کرے اور اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے قریبی رشتے دار نہیں تو جو چیز ایک دوسرے کو ہبہ کر دیں تو احتیاط کی بناء پر واپس نہ لیں۔

گویا کہا جا سکتا ہے کہ شرعی لحاظ سے جہیز کی ذمہ داری لڑکی کے والدین کی نہیں بلکہ سیرتِ پیغمبرؐ سے یہ با ت ظاہر ہے کہ جہیز کا جو سامان آپ نے اپنی بیٹی کو دیا وہ حضرت علی کے ہی پیسوں سے تھا۔ ہر علاقے کے اپنے رسم

ورواج ہوتے ہیں اور انہیں کے مطابق تمام والدین اپنی بیٹوں کو جہیز دیتے ہیں اور اپنی حیثیت سے زیادہ ہی دیتے ہیں۔ لہذا لڑکے والوں کو چاہیے کہ وہ جہیز کا مطالبہ نہ کریں بلکہ جو چیز لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ملے اس کو بھی لڑکی کے تصرف میں ہی رہنے دیں تاکہ طلاق یا موت ہونے کی صورت میں لڑکی واپس لے سکے۔ کچھ علاقوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ جہیز کا مطالبہ کرنا قانوناً جرم ہے۔ بیوی کی موت واقع ہونے پر اس کا جہیز اور حق مہر اس کی وارثت سمجھتے ہوئے اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا تاہم ورثہ کے تین طبقات میں شوہر شامل ہو گا۔

گویا والدین کی طرف سے بیٹی کو دیا جانے والا سامان چاہے اس کا مطالبہ کیا گیا ہو یا معاشرتی رسم ورواج کی پاسداری کرتے ہوئے دیا جائے یا پھر والدین اپنی خوشی سے بیٹی کو دیں وہ جہیز کہلائے گا۔ جس میں اوڑھنا، بچھونا، برتن، اور دیگر قیمتی ساز وسامان، گھر، زیورات وغیرہ سب شامل ہیں۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جہیز زمانہ قدیم سے ایک رسم ورواج کے طور پر چلا آرہا ہے اور اس دورِ جدید میں بھی جہیز کو دنیا کے کچھ ممالک میں شادی کی تجویز قبول کرنے کے طور پر طالب کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر اشیا، شمالی افریقہ اور بلقان کے کچھ علاقوں میں۔ اشیا کے چند ممالک میں جہیز نہ ملنے پر لڑکی سے تنازعات اور تشدد کے واقعات بھی سامنے آتے ہیں جن میں قتل اور تیزاب وغیرہ کے واقعات منظرِ عام پر آئے ہیں۔

جہیز کا رواج ان تہذیبوں یا ممالک میں زیادہ پایا جاتا ہے جو پختہ سرپرستی کی قائل ہیں اور خواتین سے اپنے شوہر کے خاندان کے ساتھ رہنے کی متوقع ہیں۔ جہیز کی یورپ، جنوبی ایشیا، افریقہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں طویل تاریخ ہے۔

جہیز سے متعلق معاشرتی مسائل اور ان کا تدارک: برصغیر پاک وہند میں اکثر خواتین سامانِ جہیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے باپ کے گھر میں ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ اکثر علاقوں یہ بات بھی منظر عام پر آئی ہے کہ خواتین کو والدین کی طرف سے ایشاء جہیز کم مقدار میں ملنے کے باعث سسرال میں ان کی زندگی اجیرن بنا دی جاتی ہے۔ مار پیٹ، تیزاب پھینکنا، گھریلو جھگڑے، جہیز کی اشیا کم لانے کے طنے وغیرہ۔ نفسا نفسی کے اس عالم میں افرادِ معاشرہ معاشرتی اقدار کو پاؤں تلے روند کر انسانی رشتوں سے بڑھ کر دولت اور استعمال کی ایشاء کو ترجیح دیتے ہیں۔ میاں بیوی کے اس مقدس رشتے کو جہیز اور حق مہر کے معیار پر پرکھا جاتا ہے رسم نکاح میں جہیز اور حق مہر کی شرائط پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے نہ صرف یہ کہ نکاح (جو کہ خالصتاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لیے کیا جانے والا عمل) جیسے مقدس رشتے کی توہین کی جاتی ہے بلکہ رشتوں پر دولت کو اہمیت دی جاتی ہے جس سے میاں بیوی کے تعلق کی قدر و

قیمت ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام میں جہیز کی اس ضمن میں کوئی حوصلہ آفزائی نہیں کی گئی جہاں رشتوں کی بنیاد لالچ، اور ذاتی دنیاوئی مفادات، اور ریاکاری پر رکھی جاتی ہے۔

بلکہ اسلام نے خواتین کا بہترین زیور حیاء اور بہترین جہیز تعلیم و تربیت قرار دیا۔

برصغیر پاک وہند میں جہیز کی عمومی طور پر دو اقسام رائج ہیں:

1۔ پہلی یہ کہ والدین اپنی بیٹی کو اپنی مرضی اور حیثیت کے مطابق کچھ سازاسامان، نقد رقم، گھر، زیورات یا گاڑی وغیرہ دیتے ہیں۔ جس میں لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے قطعی کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔

2۔ دوسری یہ کہ لڑکا یا اس گھر والے لڑکی کے والدین سے سامان جہیز کی صورت میں طلب کرتے ہیں جن میں قیمتی اشیا، نقد رقم، زیورات، گاڑی، گھر یا اراضی ان میں سے یا کوئی ایک یا کچھ اشیا ہو سکتی ہیں۔ جو کہ لڑکی کے والدین کے چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے بہر حال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں بصورتِ دیگر ان کی بیٹی کا رشتہ ختم کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں جہیز کا لڑکے والوں کی طرف سے طلب کیا جانا گناہ ہے اور حرام سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اس کی مقدار متعین ہو یا نہیں، قبل از رسم نکاح ہو یا بعد میں۔ ایسا جہیز رشوت کے مترادف تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر جہیز اور رشوت کے مقاصد کو بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جہیز عورت کو رشتہ نکاح میں قبول کرنے کی رشوت کی صورت میں دیا جا رہا ہے۔ اکثر اوقات لڑکی اور اس والدین کو جہیز کے مطالبات کی وجہ سے پریشانی خوف اور احساس کمتری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہیز کی رقم پوری کرنے کی خاطر والدین قرض تلے دب جاتے ہیں، اور مالی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جہیز کم یا توقعات پوری نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان اختلافات جنم لیتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں اکثر خاندانوں میں یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے کہ اپنی ظاہری عزت یا سفید پوشی کو برقرار رکھنے کے لیے والدین اپنی بچیوں کو اپنی حیثیت سے بہت بڑھ کر جہیز دیتے ہیں تاکہ معاشرے میں اور بیٹی کے سسرال میں ہماری عزت قائم رہے۔ ان میں سے کچھ گھرانے تو ایسے ہوتے ہیں جو بآسانی سامانِ جہیز فراہم کر لیتے ہیں مگر اکثر لوگوں کو ادھار لے کر بیٹیوں کو جہیز دینا پڑتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اور شریعت اس کی کس حد تک اجازت دیتی ہے؟

مفکرین کی آراء:

اس حوالے سے آیت اللہ علی خامنہ ای کہتے ہیں:

اکثر گھرانے اپنی ظاہری حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے جہیز کو اپنی جان کے لیے مصیبت بنا لیتے ہیں۔ پھر دوسروں پر وقت آتا ہے کہ وہ بھی اس بلاو آفت کو برداشت کریں۔ کچھ تو اپنی پیاری بیٹی کے لیے زیادہ سے زیادہ جہیز اکٹھا کر لیتے ہیں مگر ان کے بعد میں آنے والوں کی کیا ذمہ داری ہے؟ نام کی عزت و شہرت اور دکھاوے۔۔۔ آخر اس فضول خرچی کی رسم کو کہاں تک چلنا ہے؟ یہی وہ مسائل ہیں جن کا حل ضروری ہے اور اسلام کے نزدیک معاشرے میں یہ چیزیں نہیں ہونی چاہییں۔ اکثر لوگ جہیز کو جمع کرنے میں دوسروں سے مدد لیتے ہیں جو کہ غلط ہے اور اپنی بیٹی کو اس جیسی دوسری عورتوں سے زیادہ جہیز دینے کی کوشش کرتے ہیں یہ چیز انسان کے لیے تکلیف کی وجہ بنتی ہے اور دوسروں کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے جو لڑکیوں کے لیے ان کے شوہر کے گھر جانے اور لڑکوں کو ان کے گھر آباد کرنے کی راہ میں سب سے بڑی مشکل ہے۔

معاشرے میں یہ سوچ عام کی جانی چاہیے کہ شادی کی کامیابی کا تعلق جہیز سے نہیں بلکہ محبت، اعتماد اور باہمی احترام سے ہے۔ جہیز کی غیر ضروری رسم معاشرے میں غربت، ناانصافی، ذہنی دباؤ اور خاندانی اختلافات کا سبب بن سکتی ہے، ایک بہتر معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ شادی کو مالی لین دین کی بجائے محبت، رضامندی اور ذمہ داری کا رشتہ سمجھا جائے۔ اگر جہیز کے مطالبات ختم ہو جائیں اور افرادِ معاشرہ سادگی کو اپنائیں تو بہت سے خاندانوں کی مشکلات کم ہو سکتی ہیں۔

مولانا مودودیؒ: آپ اس ضمن میں فرماتے ہیں: جہیز کی رسم کو لعنت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نکاح جیسا آسان فریضہ مشکل ترین بنا دیا گیا مزید برآں جو مرد جہیز طلب کرتے ہیں یا اس کی خواہش رکھتے ہیں وہ مردانگی کے معیار سے گر جاتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی: آپ نے جہیز کے مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بات واضح کی اگر والدین اپنی مرضی سے بلا جبر و اکراہ کے اور بغیر کسی ریاکاری کے اپنی نورِ چشمی کو بوقت رخصت کچھ تحائف یا اشیا ضرورت دیتے ہیں تو اس حد تک جائز ہے لیکن اگر اس معاشرتی رسم یا کسی مطالبے کی صورت میں پیش کیا جائے تو یہ شرعی حیثیت سے گناہ تصور کیا جائے گا۔

امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح میں نکاح کے سلسلے میں مال و دولت کی حرص اور عورت کے مال کی طرف لالچ کرنے کی مذمت کی ہے۔

برصغیر میں خصوصاً پاک و ہند میں جہیز کو اہمیت حاصل ہے کتنی ہی خواتین جہیز نہ ملنے کی وجہ سے والدین کے گھر ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف جو والدین غربت کی وجہ سے کم جہیز دیتے ہیں ان کی زندگی سسرال والے اجیرن بنا دیتے ہیں تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس قبیح رسم کی وجہ سے لڑکیاں اور خود ان کے

والدین تک خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لمحہ فکریہ ہے مسلم امت کے لیے بجائے اس کے یہ قبیح رسم کا خاتمہ کیا جائے یہ دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس جدید دور میں بھی اس فرسودہ رسم کو افرادِ معاشرہ بڑے زوروشور سے مناتے ہیں۔ BBC کی ۲۰۱۵ء کی ایک رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں ۱۱۳۴۰۳/ جہیز کے معاملات درج کیے گئے۔ اگر صرف ہندوستان کا ہی جائزہ لیا جائے تو ۲۰۱۹ء میں ہی سات ہزار سے زائد اموات جہیز کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک بیٹی کو فقط ایک بار ہی رخصت کرنے کا رواج پایا جاتا ہے لیکن اسلام نے اس کے برعکس تعلیمات فراہم کی ہیں۔ اسلام نے بیٹی کا وراثت میں حصہ مقرر کیا ہے۔ مگر انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلم امت نے اسلام کے بنائے ہوئے قانونِ کو پاؤں تلے روند کر بیٹیوں کو ان کے حقوق سے نہ صرف محروم کیا بلکہ اگر کسی بیٹی نے اپنا حق طلب کیا تو اس سے سارے رشتے ناطے ختم کر دیئے۔ دوسری طرف ہندوانہ رسوم کی پاسداری کرتے ہوئے ڈھیر سارا قیمتی سامان جہیز کے نام پر اپنی بیٹی دینے کی رسم معاشرے کا لازمہ بنا دیا۔

اگر ملک عزیز کی بات کی جائے تو یہاں پر تیل، منڈی، مایوں، جوتی اترائی، پلو پکڑائی، دودھ پلائی، سہرا بندی اور ذرا امیر طبقے کی بات کریں تو گلوکاروں کو بلا کر ان سے گانے گنوانا یہ رسوم جڑ پکڑ چکی ہیں۔ جو کہ کسی بھی طور نہ تو اسلام کی پاسداری کرتی ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ نظر آتا ہے۔ ان سب کے ساتھ غیر ضروری اور استطاعت سے بڑھ کر سامان جہیز دینا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان فرسودہ رسومات کے بغیر بڑے احسن طریقے سے نکاح جیسے مقدس فریضے کو انجام دیا جاسکتا ہے۔ لیکن صد افسوس اب ان رسوم کے بغیر لوگ شادی کرنا گناہِ عظیم سمجھتے ہیں۔ اور ان رسومات کو ادا کرنے کی کوشش اس حد تک جاری ہے کہ چاہے انہیں کہیں سے قرض لے کر ہی کیوں نہ کرنا پڑے وہ رسوم کو لازماً ادا کرتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارک کے الفاظ ہیں:

عن أبي حُرَّةَ الرَّقاشِيِّ، عن عَمِّهِ أن رسولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قال: "لا يَحِلُّ مالُ امرءٍ مُسلِمٍ إلا بطيبِ نَفسٍ مِنه۔ " (۲)

ترجمہ: "کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔"

مسلمان ہونے کی حیثیت مسلم امت پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ نکاح جیسے مقدس فریضے کو آسان بنانے کے لیے رسمِ جہیز کے خلاف اپنا کردار ادا کریں۔ تاکہ معاشرے میں نکاح کرنا آسان ہو۔ اور مسلمان لڑکے، لڑکیاں اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے اپنی عفت و عصمت کو محفوظ رکھ سکیں۔

جہیز کا موجودہ روایتی تصور اس وقت سنگین معاشرتی مسئلہ بن جاتا ہے جب اسے لازمی رسم، مالی مطالبے یا خاندان کی عزت کا معیار بنا دیا جائے۔ اس صورت میں لڑکی کے والدین پر غیر ضروری مالی دباؤ پڑتا ہے اور بعض اوقات ازدواجی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رضاکارانہ تحفے اور جبری مطالبے کے درمیان واضح فرق ضروری ہے۔

المختصر جہیز اس وقت شرعی طور پر ناجائز ہو جاتا ہے جب لڑکے یا اس کے والدین کی طرف سے مطالبہ کیا جائے۔ نکاح کے وقت ایسی سرگرمیاں نہیں ہونی چاہیں جن کی شریعت نے ممانعت کی ہو۔ جیسے ڈھول، باجا، ناچ، گانا وغیرہ۔ دوسری طرف ایسی سرگرمیاں جو شرعی طور پر ناجائز تو نہیں مگر لڑکی کے والدین کے لیے مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ناگزیر ہوں، ان سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ وسائل مہیانہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے میں تنگی آسکتی ہے اور اس کو مشکل ترین سمجھ کر نکاح مؤخر یا معطل کر دیا جاتا ہے اور پھر دوسرا راستہ یعنی گناہ کا اختیار کر لیا جاتا ہے۔

"عن سعيد بن أبي هلال: أن النبي صلى الله عليه وآله سلم قال: تناكحوا، تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة۔"

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کر کے اولاد کی کثرت کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن آپ کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔"

عقلی و فکری طور پر اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے تو نکاح کو مشکل بنانے کی وجہ سے معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ کیونکہ خواہشاتِ نفسانی اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ہر باشعور انسان کو ودیعت کی ہیں۔ ان کی تکمیل اگر جائز اور مشروع طریقے سے نہ کی جائے تو ناجائز اور غیر مشروع طریقے سے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں ان کا جائز حل نکاح کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن تکلفات اور بے جا رسوم نے اس کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ جن میں ایک رسم رسمِ جہیز بھی شامل ہے۔

یہ بات بھی ریسرچ سے ثابت شدہ ہے کہ جن معاشروں نے نکاح کے فریضے کو سادگی سے انجام دینے کا دستور قائم رکھا ہے وہاں بے حیائی، فحاشیٔ اور بدکاری کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن اس کے برعکس جن معاشروں میں رسوم کی پوری طرح پابندی کی جاتی ہے، وہاں یہ واقعات عام دیکھنے کو ملتے ہیں۔

جہیز کے معاشرتی، معاشی اور نفسیاتی اثرات:

جہیز کی موجودہ صورت نے معاشرے میں طبقاتی تقسیم کو مزید نمایاں کر دیا ہے۔ دولت مند خاندان اپنی مالی حیثیت کے مطابق قیمتی سامان فراہم کرتے ہیں، جب کہ متوسط اور غریب خاندان اپنی استطاعت سے بڑھ کر

اخراجات برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس رجحان کے نتیجے میں شادی کا معیار اخلاق، کردار، تعلیم اور باہمی مناسبت کے بجائے مالی وسائل سے وابستہ ہونے لگتا ہے۔ یہ صورتِ حال اسلامی معاشرت کے اس اصول کے خلاف ہے جس میں انسان کی فضیلت کا معیار مال و دولت نہیں بلکہ تقویٰ اور کردار قرار دیا گیا ہے۔

جہیز کی رسم نے بالخصوص ان والدین کے لیے مشکلات پیدا کی ہیں جن کی متعدد بیٹیاں ہیں۔ بعض والدین اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی شادیوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ والدین قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ اور بعض خاندان اپنی زمین اور جائیداد فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم اور صحت کے اخراجات جہیز کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں بہت سے خاندانوں کی معاشی ترقی رُک جاتی ہے اور والدین مسلسل ذہنی دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ عدل کریں اور کسی معاشرتی رسم کے باعث خود کو ناقابلِ برداشت مالی مشکلات میں مبتلا نہ کریں۔ جہیز کی غیر ضروری شرائط کی وجہ سے بہت سی لڑکیوں کے نکاح میں تاخیر ہوتی ہے۔ بعض خاندان رشتہ طے کرتے وقت جہیز کی فہرست فراہم کرتے ہیں، جس میں فرنیچر، گھریلو برقی آلات، گاڑی، زیورات اور نقد رقم شامل ہوتی ہے۔ اگر لڑکی کے والدین یہ مطالبات پورے نہ کر سکیں تو رشتہ ختم ہونے یا مؤخر ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ نکاح کے اسلامی تصور کو متاثر کرتا ہے، کیونکہ اسلام نے نکاح کو آسان بنانے کی تعلیم دی ہے، نہ کہ اسے معاشی مقابلے کا ذریعہ بنانے کی۔ جہیز کا ایک سنگین نتیجہ خواتین کے خلاف ذہنی اور جسمانی تشدد کی صورت میں بھی سامنے آتا ہے۔ بعض خواتین کو شادی کے بعد کم جہیز لانے کے طعنے دیے جاتے ہیں، بعض سے مزید سامان یا رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے، جب کہ بعض حالات میں انہیں جسمانی تشدد، دھمکیوں اور گھر سے نکالنے جیسے رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مسئلہ محض ایک خاندانی اختلاف نہیں بلکہ عورت کی عزت، سلامتی اور بنیادی انسانی حقوق سے متعلق ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کے ساتھ حسنِ سلوک لازم ہے۔ کسی شخص کو اس کے والدین کی مالی حیثیت کی بنیاد پر ذلیل کرنا یا اسے تشدد کا نشانہ بنانا کسی طور درست نہیں۔

جہیز کے مطالبات کا اثر صرف مالی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ خواتین کی نفسیاتی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ خواتین احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مستقل ذہنی دباؤ اور خوف، ازدواجی تعلقات میں عدم اعتماد، اضطراب اور افسردگی کی کیفیت، سماجی تنہائی اور خود اعتمادی میں کمی جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ صورتِ حال اس وقت مزید سنگین ہو جاتی ہے جب عورت کو اپنے والدین سے مالی مطالبات پورے کروانے کے لیے مجبور کیا جائے۔ جہیز کی رسم بعض معاشروں میں لڑکی کی پیدائش کو معاشی بوجھ سمجھنے کے رجحان کو تقویت دیتی ہے۔ جب والدین یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ بیٹی کی شادی کے لیے بھاری اخراجات ضروری ہیں تو اس کے نتیجے میں بیٹیوں کے بارے میں منفی سماجی

رویے پیدا ہو سکتے ہیں۔ بعض خاندان لڑکی کی پیدائش کو مستقبل کے مالی اخراجات سے جوڑنے لگتے ہیں۔ یہ سوچ عورت کے انسانی مقام اور اسلامی تصورِ مساوات کے منافی ہے۔

پاکستان میں جہیز اور ازدواجی زندگی کے تعلق پر ایک اہم تحقیقی مطالعہ 2021ء میں Journal of the Pakistan Medical Association میں شائع ہوا۔ اس تحقیق کے مصنفین تزین سعید علی، نیشا حسین، شاہ زیب اور اسلی کولانے ہیں۔ اس مطالعے میں کراچی کی شادی شدہ خواتین کو شامل کیا گیا اور 759 خواتین کے اعداد و شمار کا تجزیہ کیا گیا۔

Association of Dowry Practices with Perceived Marital Life and Intimate Partner Violence

اس مطالعے کے نتائج کے مطابق جہیز کی فراہمی خواتین کو جسمانی، جنسی یا نفسیاتی تشدد سے محفوظ رکھنے کا ثبوت فراہم نہیں کرتی تھی۔ تاہم محققین نے یہ بھی رپورٹ کیا کہ بعض خواتین جہیز کی فراہمی کو ازدواجی زندگی کے بارے میں مثبت تاثر سے وابستہ سمجھتی تھیں۔ مطالعہ کراچی میں 2008ء تا 2010ء کے دوران کیا گیا اور 810 خواتین میں سے 759 کا ڈیٹا حتمی تجزیے میں شامل تھا؛ اس لیے اس کے نتائج کو پورے پاکستان پر بلا امتیاز منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

UN Women کی رپورٹ Progress of the World's Women 2019–2020 خواتین کے حقوق اور معاشی و سماجی انصاف کے موضوعات پر عالمی تناظر فراہم کرتی ہے۔ تاہم اس رپورٹ سے جہیز کے مخصوص اثرات اخذ کرنے کے لیے متعلقہ باب، صفحہ اور براہِ راست شواہد درج کرنا ضروری ہے؛ محض عمومی رپورٹ کا حوالہ کسی مخصوص دعوے کی تائید کے لیے کافی نہیں۔

پاکستان میں جہیز اور شادی کے تحائف سے متعلق The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976 کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس قانون کے مقصد، موجودہ نفاذ اور صوبائی اطلاق کے بارے میں حتمی بیان دینے سے پہلے سرکاری قانونی متن اور بعد کی ترامیم کی تصدیق ضروری ہے۔

پاکستان کے The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976 میں جہیز، دلہن کے تحائف، شادی کے تحائف اور دلہن کی ملکیت سے متعلق دفعات شامل ہیں۔ قانون کے اصل متن اور بعد کی ترامیم کو ساتھ دیکھنا ضروری ہے؛ بالخصوص دفعہ 3 میں درج مالی حدیں تاریخی متن میں موجود ہیں، اس لیے انہیں موجودہ قابلِ اطلاق حد سمجھ کر بیان نہ کیا جائے۔

جہیز اور شادی کے تحائف سے متعلق پابندیاں۔ دلہن اور دلہا کو دیے جانے والے تحائف کی قانونی حیثیت۔ دلہن کو دی گئی اشیا کی ملکیت کا تحفظ۔ شادی کے اخراجات سے متعلق ضابطے۔ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں قانونی کارروائی۔ اس قانون کی دفعہ 5 بالخصوص اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں جہیز اور دلہن کو دیے گئے تحائف کو دلہن کی ملکیت قرار دینے کا اصول بیان کیا گیا ہے۔ جہیز کے مسئلے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ شادی کے موقع پر دلہن کو جو سامان یا تحائف دیے جائیں، ان کی ملکیت کس کے پاس ہو گی۔ اصولی طور پر اگر کوئی چیز عورت کو بطور تحفہ دی گئی ہے تو اس کی ملکیت کا تعین ہبہ اور متعلقہ قانونی اصولوں کے مطابق ہو گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ:

- جہیز کی اشیا کی فہرست تیار کی جائے۔
- قیمتی سامان کی رسیدیں محفوظ رکھی جائیں۔
- زیورات اور ذاتی اشیا کی ملکیت واضح ہو۔
- عورت کو اپنی ملکیت کے استعمال کا اختیار حاصل ہو۔
- کسی دوسرے شخص کو زبردستی اس کی ملکیت پر قبضہ نہ کرنے دیا جائے۔

کسی معاشرے میں قانون کا موجود ہونا اس بات کی ضمانت نہیں کہ معاشرتی برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ جہیز کے مسئلے میں بھی قانونی ضوابط کے ساتھ عوامی شعور، خاندانی تربیت، دینی تعلیم اور سماجی تعاون کی ضرورت ہے۔ قانون اسی وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب متاثرہ خواتین کو شکایت درج کرانے، قانونی مدد حاصل کرنے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے عملی سہولت میسر ہو۔ جہیز کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے اسلامی تعلیمات کو ان کے اصل مفہوم کے ساتھ سمجھنا ضروری ہے۔ علمائے کرام، خطباء، دینی اداروں اور تعلیمی مراکز کو چاہیے کہ نکاح، مہر، نفقہ، وراثت اور عورت کے حقوق کے موضوعات پر عوامی سطح پر رہنمائی فراہم کریں۔ خصوصاً نکاح کے خطبات اور شادی سے متعلق اجتماعات میں جہیز کے غیر شرعی مطالبات کے نقصانات بیان کیے جائیں۔

نکاح کو آسان بنانے کے لیے معاشرے میں سادگی کو فروغ دینا ضروری ہے۔ سادہ نکاح کا مطلب یہ نہیں کہ خوشی اور خاندانی تقریبات پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریبات کو غیر ضروری مالی مقابلے، نمود و نمائش اور قرضوں کے بوجھ سے پاک رکھا جائے۔ جہیز کے مسئلے کا مستقل حل نوجوان نسل کی فکری اور اخلاقی تربیت میں پوشیدہ ہے۔ لڑکوں کو یہ شعور دینا ضروری ہے کہ شادی کے بعد ان کی بنیادی ذمہ داری بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک، مالی کفالت اور احترامِ انسانیت ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کو بھی ان کے شرعی، قانونی اور مالی حقوق سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی ملکیت اور عزت کے تحفظ کے بارے میں باشعور ہوں۔ مزید یہ کہ بیٹیوں کو

ان کا شرعی حصہ بروقت دیا جائے۔ والدین اور خاندان کے دیگر افراد کو یہ سمجھنا چاہیے کہ شادی کے موقع پر دیا جانے والا تحفہ وراثت کا متبادل نہیں۔ عورت کو جائیداد میں حصہ دینا، اس کے مالی حقوق تسلیم کرنا اور اسے اپنی ملکیت پر اختیار فراہم کرنا ایک اسلامی اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ معاشرے میں بااثر خاندانوں، اساتذہ، علماء، سماجی کارکنوں اور مقامی رہنماؤں کا کردار بہت اہم ہے۔ اگر بااثر افراد اپنی اولاد کی شادیوں میں جہیز کے مطالبات سے اجتناب کریں اور سادگی اختیار کریں تو اس کے مثبت اثرات دوسرے خاندانوں پر بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔

شادی سے پہلے دونوں خاندانوں کو اس بات پر اتفاق کرنا چاہیے کہ:

- جہیز کو نکاح کی شرط نہیں بنایا جائے گا۔
- کسی قسم کی نقد رقم کا مطالبہ نہیں ہو گا۔
- گاڑی، مکان یا قیمتی سامان کو رشتے کی بنیاد نہیں بنایا جائے گا۔
- دلہن کو دیے گئے تحائف اسی کی ملکیت ہوں گے۔
- شادی کے اخراجات باہمی رضامندی اور استطاعت کے مطابق ہوں گے۔

حکومت اور متعلقہ اداروں کو جہیز کے مطالبات، گھریلو تشدد اور خواتین کے مالی حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات کرنے چاہییں۔

اس مقصد کے لیے خواتین کو متعلقہ قوانین کی آگاہی دی جائے اور ان کے لیے قانونی معاونت کے مراکز قائم کیے جائیں۔ خواتین پر گھریلو تشدد کی شکایات پر فوری کارروائی کی جائے۔ افرادِ معاشرہ کو خواتین کی ملکیت اور جہیز کے سامان کے تحفظ کے طریقہ کار کی وضاحت کی جائے۔ میڈیا، جامعات اور تعلیمی ادارے جہیز کے خلاف فکری تبدیلی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔ جامعات میں سیمینارز، تحقیقی مقالات، مباحثوں اور آگاہی مہمات کے ذریعے نوجوان نسل کو یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ شادی کی کامیابی کا تعلق سامان کی مقدار سے نہیں بلکہ اخلاق، ذمہ داری، اعتماد اور باہمی احترام سے ہے۔

مسائل کا عملی حل

جہیز کے اس ناسور کو ختم کرنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر درج ذیل اقدامات کیے جائیں:

1۔ مسجد میں نکاح کی سنت کو زندہ کیا جائے اور بارات و ولیمے کے اخراجات کو کم سے کم کیا جائے۔

2۔ والدین جہیز کی لعنت کو ختم کر کے بیٹی کو قرآن کے حکم کے مطابق وراثت میں اس کا جائز حصہ دیں۔

3۔ نوجوان لڑکے خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شادی سے پہلے یہ عہد کریں کہ وہ کسی بھی قسم کا جہیز قبول نہیں کریں گے۔

4۔ معاشرے کے بااثر افراد کو چاہیے کہ وہ جہیز کی نمائش کرنے والی شادیوں کا حصہ بننے سے گریز کریں۔

5۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ جہیز کی روک تھام کے قوانین پر سختی سے عمل درآمد کروائے اور خلاف ورزی پر سزا مقرر کرے۔

نتیجہ: اسلام نے عورت کو ایک باوقار، خود مختار اور حقوق رکھنے والی شخصیت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اسے مہر، وراثت، ملکیت، رضامندی اور حسنِ معاشرت کے حقوق عطا کیے ہیں۔ اسی طرح مرد کو ازدواجی زندگی میں مالی ذمہ داریوں اور حسنِ سلوک کا پابند بنایا ہے۔

جہیز کا موجودہ معاشرتی مسئلہ اس وقت جنم لیتا ہے جب ایک رضاکارانہ خاندانی تحفہ لازمی رسم، مالی مطالبے اور معاشرتی مقابلے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس تبدیلی نے نکاح کی سادگی کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کی معاشی مشکلات، خواتین کی نفسیاتی پریشانیوں اور خاندانی تنازعات میں اضافہ کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ شادی کو غیر ضروری اخراجات اور مادی مطالبات سے پاک رکھا جائے۔ والدین اگر اپنی خوشی سے بیٹی کو کچھ دینا چاہیں تو ان کی استطاعت اور رضامندی کا احترام کیا جائے، لیکن اسے نکاح کی شرط یا خاندان کی عزت کا پیمانہ نہ بنایا جائے۔ اس تحقیق کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ بیٹی کی عزت اس کے ساتھ آنے والے سامان میں نہیں، بلکہ اس کے علم، کردار، شخصیت، حقوق اور انسانی وقار میں ہے۔ جب معاشرہ اس حقیقت کو تسلیم کر لے گا تو نکاح آسان ہو گا، خاندان مستحکم ہوں گے اور عورت کو وہ عزت و تحفظ حاصل ہو گا جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

مآخذ و مراجع.

1۔ القرآن الکریم۔ سورۃ الروم: 21؛ سورۃ یوسف: 59؛ سورۃ النور: 32؛ سورۃ النساء: 4، 34۔
2۔ البیہقی، احمد بن الحسین۔ شعب الإیمان۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ (حدیث: « إن أعظم النکاح برکۃ أیسرہ مؤنۃ »؛ سند کے حکم کے لیے ذیل میں الدرر السنیۃ بھی ملاحظہ ہو۔)
3۔ النسائی، احمد بن شعیب۔ السنن الکبریٰ / سنن النسائی۔ کتاب النکاح۔
4۔ ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، 2001ء، جلد 8۔
5۔ الحاکم النیسابوری، محمد بن عبد اللہ۔ المستدرک علی الصحیحین۔ جلد 2۔
6۔ النعمانی، محمد منظور۔ معارف الحدیث۔ کراچی: دار الاشاعت، جلد 7۔
7۔ الخطیب التبریزی۔ مشکاۃ المصابیح۔ کتاب النکاح۔ طبع قدیمی، 2/268۔ (حدیثِ کم خرچ نکاح کے حوالے سے متن میں مذکور۔)
8۔ الأصفہانی، راغب۔ المفردات فی غریب القرآن۔ مادہ: « جھز »۔
9۔ الرازی، فخر الدین۔ مفاتیح الغیب / التفسیر الکبیر۔ تفسیر سورۃ النساء، آیت 34۔
10۔ الحسینی، محمد بن علی بن ابراہیم۔ عوالی اللآلی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ۔ جلد 2، صفحہ 345، حدیث 13۔
11۔ النوری، میرزا حسین۔ مستدرک الوسائل۔ جلد 17، صفحہ 197، باب 5، حدیث 21131۔
12۔ الجزائری، عبد الرحمن۔ الفقہ علی المذاہب الأربعۃ۔ جلد 4، صفحات 176–179، 237۔
13۔ الطوسی، محمد بن الحسن۔ الخلاف۔ جلد 6۔
14۔ المغنیہ، محمد جواد۔ الفقہ علی المذاہب الخمسۃ۔
15۔ الخمینی، روح اللہ الموسوی۔ تحریر الوسیلۃ۔ جلد 2، مسئلہ 8، صفحہ 58؛ نیز استفتاءات، جلد 3، صفحہ 189۔
16۔ السید علی الحسینی السیستانی۔ منہاج الصالحین۔ جلد 2، مسئلہ 1321، صفحہ 409۔
17۔ مکارم شیرازی، ناصر۔ استفتاءات جدید۔ جلد 2، مسئلہ 1106، صفحہ 375۔
18۔ فتاویٰ عالمگیری۔ جلد 2، صفحہ 222۔
19۔ الإمام الغزالی، أبو حامد۔ إحیاء علوم الدین۔ کتاب آداب النکاح۔
20۔ امامی، حسن۔ حقوق مدنی۔ جلد 4۔(
21۔ فرہنگ فقہ مطابق اہل بیت۔ گروہِ محققین، جلد 3۔
22۔ الحسینی، محمد۔ فرہنگ لغات الاصطلاحات الفقہیۃ۔

جدید تحقیقی و قانونی مصادر

1- Ali, Tazeen Saeed, Neesha Hussain, Shah Zeb, and Asli Kulane. "Association of Dowry Practices with Perceived Marital Life and Intimate Partner Violence." Journal of the Pakistan Medical Association 71, no. 10 (October 2021): 2298–2303. https://doi.org/10.47391/JPMA.06-761. PMID: 34974558.
2- UN Women. Progress of the World's Women 2019–2020.
3- Government of Pakistan. The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Act, 1976, Act XLIII of 1976، سرکاری متن بالخصوص دفعات 2، 3 اور 5۔ https://pakistancode.gov.pk/pdffiles/administrator359d2ddc2ad3cb8f4a5bfa3c263e5ba1.pdf-
4- Encyclopaedia Britannica. "Dowry | Marriage Custom." 2015.
5- BBC News. "India's Dowry Deaths." Crossing Continents, July 2003.
6- "Understanding and Addressing Violence Against Women." تحقیقی رپورٹ، 7 مارچ 2016ء۔

حدیثی تخریج و آن لائن مصادر

۔ الدرر السنیۃ۔ الموسوعۃ الحدیثیۃ۔ روایتِ «إن أعظم النکاح برکۃ أیسرہ مؤنۃ»؛ شعیب الأرناؤوط کی تخریج کے مطابق سند میں ابن سخبرہ/عیسیٰ بن میمون کے بارے میں جرح منقول ہے۔ https://dorar.net/h/LGufae69